5098
5/U

مدراس یونیورسٹی لکچر

ملیبار

سے

عربوں کے تعلقات

پر

حکیم سید شمس اللہ صاحب قادری

نے

مدراس یونیورسٹی کے زیر انتظام گورنمنٹ محمڈن کالج مدراس کے لکچر ہال میں ۲۱ فبروری سنہ ۱۹۲۶ء کو دیا اور

سنہ ۱۹۲۹ء میں

(خورشید پریس بیرون چادرگھاٹ محلہ عثمان پورہ حیدرآباد دکن میں طبع ہوا)



ملیبار

اور اس کے ساتھ

قدیم عربوں اور مسلمانوں کے تعلقات

(۱)

ملیبار کے جغرافیہ کوائف

اہل عرب ہندوستان جنوبی کے مغربی ساحل کو ملیبار کہتے ہیں اس کے قدیم نام جو کنڑی اور ٹامل کی قدیم تصنیفات میں ملتے ہیں کیرالا اور ملیالم ہیں۔

"ملے" یا "ملائے" دراوڑی زبانوں میں پہاڑ کو کہتے ہیں اور اس کی کسی قدر بدلی ہوئی صورت "مالا" سنسکرت میں بھی مستعمل ہے۔

ملے کے آخر میں "بار" کا اضافہ کرنے سے ملیبار بنا ہے۔ "بار" فارسی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ملک ہیں۔ ملے اور مالا دونوں ایک ہی لفظ ہیں اور ان کے معنی جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کوہستان کے ہیں اس اعتبار سے ملابار کے معنی ہیں پہاڑی ملک۔

عرب کے جغرافیہ نویسوں میں سب سے پہلے شریف ادریسی (۵۴۸ھ) نے اپنی جغرافیہ میں جس کا نام "نزہۃ المشتاق" ہے اس نام کا ذکر کیا ہے اس کے بعد

عبد اللطیف بغدادی اور یاقوت حموی کی تصنیفات میں یہ نام اس طرح مستعمل ہوا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مشہور اور متداول نام درج ہیں۔

ایران کی فارسی تصنیفات میں یہ نام پہلے پہل وزیر رشید الدین فضل اللہ کی جامع التواریخ میں نظر آتا ہے۔ فخر الدین بناکتی اور عبد اللہ وصاف کی تاریخوں میں بھی جو جامع التواریخ کے بعد لکھی گئی ہیں یہ نام موجود ہے۔

ہندوستان کے مسلمان مصنفین میں غالباً سب سے پہلے امیر خسرو ہیں جنھوں نے اس علاقے کا ذکر ملیبار کے نام سے کیا ہے چنانچہ ان کی منظومات میں یہ نام اس طرح وارد ہوا ہے ؎

ہبلے نیازی او کعبہ خستہ و خوار ست   بیا و بیں کہ خراہش چوں ملیبار ست

اوپر کے شواہد اور خود اس نام کی ترتیب سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ نام اُن سیاحوں اور جہاز رانوں نے رکھا ہے جو ایران و عرب سے براہ خلیج فارس اس ملک میں آیا کرتے تھے ان لوگوں نے اس کے علاوہ بعض دوسرے علاقوں کے نام بھی ایسے ہی رکھے ہیں منجملہ اُن کے ایک نام زنجبار ہے جس کے معنے ہیں "زنگیوں کا ملک" علیٰ ہٰذا القیاس ہندوبار اور نکوبار بھی اسی نوعیت کے نام ہیں۔

عربوں کے یہاں اس ملک کا ملیبار کے علاوہ ایک اور نام مشہور ہے۔ یعنی بلاد الفلفل اور یہ نام انھوں نے اس لئے دے رکھا تھا کہ سیاہ مرچ (فلفل) یہاں کی مخصوص پیداوار ہے اور وہیں سے اطراف عالم میں جایا کرتی ہے۔

چھٹی صدی تک مسلمان جغرافیہ نویس ملیبار کے حالات سے بہت کم واقف تھے یہاں تک کہ اس کے موقع و محل سے بھی انھیں کافی واقفیت نہ تھی صرف اس قدر جانتے تھے کہ ہندوستان کی ایک اقلیم ہے جس میں بہت سے شہر فاکنور، منجرور وغیرہ واقع ہیں اور یہاں سے فلفل تمام دنیا میں آتا ہے۔

اس زمانہ کے بعد اسلامی تاریخوں میں ملیبار کا ذکر صحت کے ساتھ ملتا ہے۔ رشید الدین فضل اللہ۔ فخر الدین بناکتی۔ ابوالفدا حموی اور بالخصوص ابن بطوطہ جس نے ۷۴۲ھ میں اس ملک کا سفر کیا ہے۔ یہاں کے حالات صراحت کے ساتھ بیان کئے ہیں اور خاصکر مسلمانوں کے کوائف کو عمدگی کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

رشید الدین کا بیان ہے کہ ملیبار۔ گوا سے شروع ہو کر کولم پر ختم ہوتا ہے۔ اس کی مسافت تین سو فرسخ ہے ابوالفدا اور ابن بطوطہ نے بھی ملیبار کے یہی حدود بتائے ہیں۔ ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ گوا سے کولم تک دو مہینے کی مسافت ہے۔ مارکو پولو MARCOPOLO نے لکھا ہے کہ ملیبار ہیلی سے شروع ہو کر گجرات تک چلا گیا ہے۔ پرتگیز سیاحوں اور خصوصاً تھیو نو THEVE NOT نے لکھا ہے کہ کنانور سے راس کماری تک جو ملک واقع ہے ملیبار کہلاتا ہے۔

ملیبار کے ایک طرف جانب مغرب ساحل بحر اور دوسری طرف جانب مشرق مغربی گھاٹ کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے اور دونوں کے وسط میں ملیبار کا علاقہ واقع ہے۔ مغربی گھاٹ کوہستان کا ایک عظیم الشان سلسلہ ہے جو دریائے تاپتی کی وادی سے شروع ہو کر راس کماری تک کم و بیش ایک ہزار میل تک چلا گیا ہے۔ ملیبار میں اس سلسلہ کوہ کی بلندی تین ہزار سے آٹھ ہزار فیٹ تک پائی جاتی ہے اور شمال میں ساحل بحر اس سے بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے اس کے بعد جانب جنوب اس کی مسافت بتدریج بڑھتی گئی ہے یہاں تک کہ پال گھاٹ کے قریب اس کا بُعد ساحل بحر سے ساٹھ میل ہو گیا ہے اور اس طویل سلسلہ میں صرف اسی جگہ ایک فصل پیدا ہو گیا ہے جس کی مسافت سولہ میل ہے۔ اور اسی درّے سے اندرون ملک میں ریل داخل ہو کر مغربی ساحل پر گذرتی ہے یہ درّہ ملیبار کے عین وسط میں واقع ہوا ہے اسی کے قریب اس گھاٹ کی ایک بلند چوٹی واقع ہے جس کا نام وسے وین مالایا کوڈن تمر

ہے اور اس کی بلندی کم و بیش سات ہزار چھ سو فیٹ ہے اس کے بعد جانب جنوب کوہستان کا جو سلسلہ چلا گیا ہے اُس کا نام آنے ملیس یا جبل الفیل ہے اور اس پہاڑی سلسلہ کی ایک بلند چوٹی پر کوڈے نال کا گرانائی مقام واقع ہے جس کی صحت بخش آب و ہوا نیلگری سے بہتر سمجھی جاتی ہے۔

ملیبار نہایت زرخیز سرسبز اور شاداب ملک ہے یہاں کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں اور اُن کی وادیوں میں انواع و اقسام کے قیمتی نباتات پیدا ہوتے ہیں اور اُن میں اکثر ایسے ہیں جنکی پیدایش اس ملک سے مخصوص ہے۔ مثلاً سیاہ مرچ۔ الائچی۔ جوز۔ جاوتری۔ لونگ وغیرہ اور اُن کے علاوہ پان دارچینی۔ ناریل۔ چھالیہ۔ قہوہ۔ تیل اور سنکونا۔ بھی یہاں کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ کالی مرچ اور پان خودرو اوگتے ہیں۔ اسی وجہ سے اسلامی سیاحوں نے اس علاقہ کا نام بلاد قلفل اور معدن تنبول رکھا ہے۔

یہاں کے جنگلوں میں قیمتی چوبینہ کثرت سے پایا جاتا ہے بالخصوص بانس اور ساگوان کی نہایت افراط ہے۔ وان ریڈ VAN RHEEDE نے جو اس ملک کے ایک حصہ پر ڈچوں کی طرف سے گورنر ہو کر آیا تھا یہاں کی نباتات پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے جس کا نام ہورٹوس مالاباریکوس HORTUS MALABARICUS ہے[1] اس میں ۷۹۴ قسم کی اُن مختلف نباتات کا ذکر ہے جو ملیبار اور جنوبی ہند میں پیدا ہوتی ہیں اور یہ سب پہلی کتاب ہے جو اس ملک کے نباتات پر یورپ میں لکھی گئی ہے۔

(۲)

ملیبار کی قدیم تاریخ

ہندوستان کے جنوبی خطہ میں جناب مسیحؑ کی ولادت سے مدت پہلے تین سلطنتیں قائم تھیں۔ پانڈیا، چولا، چیرا، پانڈیا کی حکومت انتہائی جنوب میں واقع تھی اس کے

---

[1] یہ کتاب بارہ جلدوں میں ۱۶۸۶ء میں بمقام اسٹرڈم طبع ہوئی ہے۔

مشرق میں ویلار کے دریا سے پناتا تک ساحل تعمیر پر چولا خاندان حکمراں تھا۔ یہ چیرا خاندان والے کوکن کے جنوب میں راس کماری تک ساحل مالابار پر برسرِ حکومت تھے یہ تینوں سلطنتیں مسلمانوں کی فتوحات تک قائم تھیں اور جنوب کا قدیم تمدن انھیں سلطنتوں کے سائۂ عاطفت میں نشو و نما پایا تھا۔

چیرا خاندان کا ذکر اشوک کے کتبوں میں آیا ہے اور اس سے اس خاندان کی تاریخی قدامت کا اظہار ہوتا ہے۔

چیرا خاندان کی تاریخ ابھی تک تاریکی میں ہے۔ پروفیسر کیلھارن اور سندر رام پلے نے اس خاندان کے دو سو سے زیادہ کتبے فراہم کئے ہیں اور ان کی مدد سے بارھویں صدی عیسوی تک اس علاقہ کا تاریخی مواد حاصل کیا ہے لیکن اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ اس خاندان کی سلسلہ وار فہرست معلوم ہو سکی ہے۔

پروفیسر کیلھارن کی تحقیقات کے موافق اس خاندان کا آخری راجہ چیرومن پیرومال ہے۔ اس نے قبول اسلام کے بعد عرب جانے کا ارادہ کیا تو حکومت سے دست کش ہوکر ملکت کو اپنے سرداروں میں تقسیم کر دیا۔ ان جدید حکمرانوں میں کالیکوٹ کے سامری نے بعد میں چل کر خوب شہرت حاصل کی۔ ایک قدیم مقامی روایت کے موافق سامری خاندان کا آغاز اس طرح پر ہوا ہے کہ چیرومن پیرومال نے جب اپنی سلطنت اپنے مختلف سرداروں میں تقسیم کر دی تو اس کے بعد ایک سردار حاضر ہوکر اپنے لئے راجہ سے ملک کا طالب ہوا اس وقت راجہ کے پاس تلوار کے سوا کوئی اور چیز موجود نہ تھی روبرو ایک مُرغ کھڑا بانگ دے رہا تھا راجہ نے تلوار سردار کے حوالہ کر دی اور کہا کہ مرغ کی آواز جہاں تک جائے اس قدر علاقہ پر اس تلوار کے زور سے قبضہ کر لے۔ اس حکم کے بعد سردار نے جس قدر ملک پر قبضہ کر لیا۔ اس کا نام کالی کوڈ پڑ گیا جس کے معنی ہیں مُرغ کی حکومت۔

مورخین نے اس جدید خاندان کا لقب سامری بیان کیا ہے۔ یہ لفظ ملیالم زبان کا ہے اور اس کی اصل اس طرح پر بیان کی ہے۔ سا موری۔ سا موتری۔ تاموری۔ تاموتری یہ سب الفاظ سامونڈری کی مسخ شدہ صورتیں ہیں جس کے معنی ہیں ملک البحر یا سمندر کا بادشاہ۔ کالی کوڈ کی حکومت بھی چونکہ ساحل سمندر پر قائم ہوی تھی اس لئے یہاں کے راجاؤں نے اپنے لئے یہ لقب اختیار کیا تھا یہ لقب اسلامی تاریخوں میں دسویں صدی ہجری کے بعد مستعمل ہوا ہے اور سب سے پہلی کتاب جس میں یہ نام آیا ہے تحفۃ المجاہدین ہے اور مورخ فرشتہ نے اپنی تاریخ میں اس لقب کو اسی کتاب سے نقل کیا ہے۔

دسویں صدی ہجری سے پہلے جو مسلمان سیاح اس ملک میں آئے تھے انھوں نے یہاں کے راجہ کا لقب زمیور لکھا ہے اور مشہور مورخ ابوالحسن مسعودی نے جس کا انتقال ۳۴۶ھ میں ہوا ہے اس علاقہ کو زمیور کی عملداری کے نام سے موسوم کیا ہے۔

مسلمانوں کی رہنمائی سے پرتگیزوں نے جب اس ملک میں قدم رکھا تو انھوں نے بھی یہاں کے راجہ کیلئے زیموز کا لقب استعمال کرنا شروع کیا جو کچھ عرصہ کے بعد تصرف پاکر زموران ہوگیا اور یوروپین لٹریچر میں اب تک مروج و مستعمل ہے۔

(۳)

ملیبار سے قدیم عربوں کے تجارتی تعلقات

سکندر کبیر کے خروج سے صدیوں پہلے ملیبار میں عربوں کی آمد و رفت شروع ہوگئی تھی۔ ملیبار کی پیداوار خلیج فارس کی راہ سے سب سے پہلے عرب کے جنوبی ساحل پر پہونچتی تھی۔ پھر یہاں سے عربوں کے کاروان یمن و حجاز سے گذرتے ہوے ان اجناس کو شام میں تدمور اور مصر میں اسکندریہ تک پہنچاتے تھے یورپ کے تجار ان مقامات سے اس سامان کو حاصل کرکے اپنی تجارت گاہوں میں داخل کیا کرتے تھے۔ غرضکہ قدیم زمانہ میں ہندوستان اور یونان و روم کے مابین جو تجارت ہوا کرتی تھی اس کا توسط

عرب اور اُن کے بعد مصر و شام کے باشندے تھے۔

عرب میں ملیبار کی تجارت کا مرکز مدینہ ظفار تھا جو حضرموت کے ساحل پر واقع ہے اور یہاں کے تجار بلاواسطہ ملیبار سے تجارت کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس شہر میں اور اس کے اطراف ملیبار کے اکثر درخت اب بھی پائے جاتے ہیں مثلاً ناریل فلفل تنبول وغیرہ۔

عہدِ عتیق کے مقدس صحیفوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل نے بھی ملیبار سے تجارتی تعلقات پیدا کئے تھے چنانچہ ملوک اور ایام کی کتابوں سے پایا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے عہدِ حکومت میں دو بحری مہمیں اوفیر اور ترسیس کو روانہ کیا کرتے تھے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ وہاں سے سونا چاندی صندل کی لکڑی ہاتھی دانت، مور اور بندر لائیں۔ ترسیس کی مہم تین برس کے عرصہ میں واپس ہوا کرتی تھی۔ یہ طریقہ بنی اسرائیل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بھی یہوسفط کے زمانہ تک جاری تھا اور خود یہوسفط نے بھی ایک مہم دس جہازوں کی ترسیس اور اوفیر کی جانب روانہ کرنے کے لئے تیار کی تھی لیکن قبل اس کے کہ بندرگاہ سے روانہ ہوتی ایک طوفان کے باعث تباہ و برباد ہو گئی۔

بنی اسرائیل کا بندرگاہ "عصیون جبیر" تھا جو بحر احمر میں خلیج عقبہ کے بالائی حصہ پر واقع ہے۔ اسی جگہ اُن کے جہاز بھی تیار ہوا کرتے تھے اوفیر اور ترسیس کہاں واقع ہے۔ اس کی نسبت مدت سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ پروفیسر لاسین LASSEN اور جنرل کننگھام CANNINGHAM کی رائے میں اوفیر سے ابیرا مراد ہے جس کا ذکر بطلیموس نے کیا ہے اور جو ہزاں (دریائے سندھ) کے ڈیلٹا میں آباد تھا لیکن یہ رائے تورات کے بالکل خلاف ہے کیونکہ کتاب التکوین سے معلوم ہوتا ہے کہ اوفیر

بقطان کے بیٹے کا نام تھا باپ بیٹا اور اس کے دوسرے بھائی یہ سب عرب کے جنوب مشرق میں میسا سے سفار تک آباد ہوئے تھے۔ اس بنا پر ہم کو چاہئے کہ اوفیر کو جنوبی عرب میں تلاش کریں نہ کہ ہندوستان میں۔

عہد عتیق کے یونانی ترجمہ میں (جس کو ستر یہودیوں نے اسکندریہ میں ترجمہ کیا تھا) بجز کتاب التکوین کے یہ نام جہاں کہیں بھی آیا ہے۔ وہاں اس کا تلفظ سوفیر Σουφεε اور سوفیرا Σοοφιεa تحریر ہے اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ حضرموت کا مشہور شہر ظفار یا یمن کا قدیم دارالحکومت سفالہ اس سے مراد ہے۔

ترسیس کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ یہ شہر ایشیائے کوچک کے علاقہ قلیقیہ CILICIA میں واقع تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے اس کی جانب جو مہمیں روانہ کی تھیں وہ خلیج عقبہ اور بحر احمر سے گذرتی ہیں تو موجودہ رائے کے خلاف اسکے موقع و محل کی نسبت ایک جدید رائے قائم کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔

ترسیس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے یہاں جو سامان آیا ہے اُن میں صندل، مور، اور بعض ایسے اشیاء ہیں جنکی پیدائش ہندوستان سے مخصوص ہے اور انکے عبرانی میں جو نام استعمال ہوئے ہیں اُن کا ماخذ ڈراویدین الفاظ ہیں۔ اصل عبرانی میں مور کے لئے توکی תוכי درج ہے۔ جو ٹامل زبان کے لفظ ٹوکی یا ٹوگی سے بلا کسی توسط کے عبرانی میں داخل ہوا ہے اور اس سے اس بات کا قطعی ثبوت ملتا ہے کہ بنی اسرائیل نے اس کو ساحل ملیبار سے راست حاصل کیا تھا اور ترسیس بھی اسی ملک میں واقع تھا جو اب ناپید ہو کر فراموش ہو گیا ہے۔

ٹامل زبان میں چاول کو اُریسی کہتے ہیں یہ لفظ کسی قدر تصرف کے بعد عربی اور عبرانی میں ارز اور یونانی میں اروزا Oeoζα ہو گیا ہے جناب مسیح سے چار پانچ سو سال پہلے عرب میں ملیبار سے بکثرت چاول آیا کرتے تھے اور سوفاکلس

Sophocles کے زمانہ میں اہل یونان اس کو بہترین غذا سمجھ کر استعمال کیا کرتے تھے اور یہ سب باتیں اس امر کی دلیل ہیں کہ اہل عرب بنی اسرائیل اور اہل یونان چاول کو ملیبار سے حاصل کیا کرتے تھے۔

اہل عرب جن اجناس کی تجارت کیا کرتے اُن کی نسبت اہل یونان وروم کو معلوم تھا کہ وہ ہندوستان کی پیداوار ہیں لیکن انھیں اس امر سے واقفیت نہ تھی کہ ہندوستان تک آمدورفت کس راہ سے ہوا کرتی ہے قیصر آگسٹس Augustus نے جناب مسیح سے بیس سال پہلے مصر کو فتح کر لیا تو اُس کے باعث بحر احمر پر رومیوں کا قبضہ ہوگیا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد قیصر کلاڈیس CLAUDIUS کے زمانہ میں رومیوں کا ایک جہاز بحر احمر سے نکلا اور باد مخالف کی زد میں آکر ہندوستان کے جنوبی ساحل تک پہنچ گیا۔ اُس وقت رومیوں کو معلوم ہوا کہ ساحل عرب کے کنارے کنارے ہوکر ہندوستان کو جانے کے عوض براہ راست سواحل ہند تک آمدورفت کر سکتے ہیں اس کے بعد مصر کے رومی تجاروں نے ساحل ہند پر آنا شروع کیا۔ ملیبار کا علاقہ اُن کی تجارت کا مرکز قرار پایا۔ پلینی PLINY نے بیان کیا کہ اس وقت جو جہاز مصر سے نکلتے وہ ساحل ملیبار تک دو مہینے دس یوم میں پہنچ جاتے تھے مزرس MUZIRIS اور پوہار POHAR اس زمانہ میں ملیبار کے بارونق بندرگاہ تھے۔ یہاں سے رومی جہازوں پر ہندوستان کی اجناس لادی جاتی تھیں پہلی اور دوسری عیسوی صدی میں رومی باشندوں کی بہت بڑی تعداد ان دونوں بندرگاہوں میں آکر آباد ہوگئی تھی اور مزرس میں ان لوگوں نے قیصر آگسٹس Augustus کے نام سے ایک عالیشان معبد بھی تعمیر کیا تھا۔ ٹامل کے قدیم ادب میں ان نوارد رومیوں کو یون کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ چیرہ بادشاہوں کی محافظ فوج کے سپاہی جو ٹامل نظموں میں تو براہ دست یون اور

گونگے ملیچھوں کے نام سے موسوم ہیں ان سے یہ ہی نووارد مراد ہیں جو روم سے آکر یہاں کی فوج میں ملازم ہو گئے تھے۔

قدیم زمانہ میں مرچ کو اہل یورپ بڑی بڑی قیمتیں دیکر خرید کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اس کی قدر و منزلت سونے سے بھی زیادہ سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ قوم گاتھ Goth کے بادشاہ الرک Alaric نے جب رومیوں کو شکست دیکر ان سے تاوان جنگ کا مطالبہ کیا تو اس میں تین سو پونڈ مرچیاں بھی شامل کیں۔

رومیوں نے ملیبار اور جنوبی ہندوستان سے جو تجارتی تعلقات قائم کیے تھے۔ وہ جناب مسیحؑ کی ولادت کے کم و بیش ڈھائی سو سال تک خوب رونق پر تھے مصر کے بطلیموسی بادشاہوں کی سعی و کوشش سے ان تعلقات کو ترقی ہو گئی تھی اور اس تجارت کا مرکز مصر میں اسکندریہ بنا ہوا تھا۔ ۲۱۵ء میں کرکالا Caracalla نے اسکندریہ میں قتل عام کرایا جس کے باعث شہر تباہ ہو گیا اور رومیوں کی تجارت کا جو سلسلہ اہل اسکندریہ کی وساطت سے جنوبی ہندوستان کے ساتھ قائم تھا وہ تباہ ہو کر کچھ عرصہ کے بعد بالکل مسدود ہو گیا اور یہ تجارت حسب سابق پھر عربوں کے قبضہ میں آگئی۔ اور اس زمانہ سے پرتگیزوں کے ہندوستان میں آنے تک بے خوف و خطر اہل عرب اس تجارت کے مالک بنے رہے۔

عربوں کے جہاز جولائی اور اگسٹ میں جبکہ ہوا کا رخ شرق کی جانب ہوتا تھا ساحل ملیبار کی جانب روانہ ہوتے تھے اور یہاں تین چار مہینے تک کاروبار انجام دینے کے بعد ڈسمبر یا جنوری میں وطن کو واپس چلے جاتے تھے اس زمانہ میں یہ مسافت تیس سے چالیس دن تک طے ہوا کرتی تھی۔

(۴)

سواحل ملیبار پر مسلمانوں کا توطن

جناب شارع اسلام علیہ السلام نے جب مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمایا تو اس تاریخ سے اشاعت اسلام کا دور شروع ہوا۔ سات آٹھ سال کے اندر اندر عرب کے سینکڑوں قبائل حلقہ اسلام میں شامل ہو گئے بڑے بڑے سرداروں نے اپنے وفود بھیجکر قبول اسلام کا اقرار کیا۔ یمن اور حضر موت کے ساحلی باشندے بھی ۹ھ اور ۱۰ھ میں مطیع اسلام ہو گئے یہ سب تجارت پیشہ قبایل تھے اس زمانہ میں انکی بحری تجارت کمال عروج پر تھی اور ان کے جہاز ایران مصر، سندھ۔ ملیبار۔ سیلان۔ ملایا، چین وغیرہ ممالک میں آیا جایا کرتے تھے۔ یہ لوگ تجارت کے لئے جس جس علاقہ میں پہونچے وہاں اسلام کی آواز کو بھی پہنچایا اور ان کے ذریعہ زمانہ سعادت ہی میں ظہور اسلام کی کیفیت سندھ و ہند سے گذر کر جزیرۂ سیلان تک پہنچ گئی۔

ایک مسلمان ایرانی جہازراں بزرگ بن شہریار نے جو خلیج فارس کے شہر ہرمز کا باشندہ تھا۔ چوتھی صدی ہجری میں ایک کتاب اپنے بحری سفروں کے حالات میں لکھی ہے جس کا نام عجائب الہند ہے اس میں سیلان کا بیان کرتے ہوے لکھا ہے کہ سرندیپ اور اس کے اطراف میں وہاں کے لوگوں کو جناب رسالت آب صلعم کی نبوت کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے ایک سمجھ دار آدمی کو عرب کی جانب روانہ کیا تاکہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے اور آپ کی دعوت اسلام کے حالات دریافت کرے۔

یہ آدمی عرب میں آیا اس وقت پہنچا جبکہ حضرت عمر بن خطاب مسند خلافت پر متمکن تھے۔ آپ سے جناب رسالت آب صلعم کے حالات دریافت کئے اس کے بعد سرندیب کی جانب واپس ہوا لیکن راستہ میں بمقام کلران اس کا انتقال ہو گیا

اس کے ساتھ ایک ہندوستانی غلام تھا وہ سرندیب کو واپس آیا اور وہ تمام واقعات جو اُس نے دیکھے اور سنے تھے بیان کئے۔ جناب پیغمبر علیہ السلام اور حضرت ابوبکر رضؓ کے حالات سے بھی واقف کرایا۔ حضرت عمر رضؓ کی ملاقات کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ وہ نہایت متواضع بزرگ ہیں۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں اور مساجد میں سوتے ہیں۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ پہلی صدی کے آغاز ہی میں اسلام کی آواز سواحل ہند سے گذر کر سیلان تک پہونچ گئی تھی۔ قریب قریب اسی زمانہ میں یا اس کے کچھ عرصہ بعد ایسا ہی واقعہ ملیبار میں پیش آیا ہے۔ تحفتہ المجاہدین میں لکھا ہے کہ عرب وعجم کے چند فقراء ساحل عرب سے جہاز پر سوار ہو کر حضرت آدم علیہ کے قدم گاہ کی زیارت کے لئے سرندیب کی جانب روانہ ہوے ان کا جہاز سوء اتفاق یا باد مخالف کے باعث ساحل ملیبار پر پہنچ گیا اور کرنگا نور میں لنگر انداز ہوا۔ اس شہر کے راجا نے جو سامری کہلاتا تھا ان فقروں سے ہر قسم کی گفتگو کی اور اُن کے مذہب وملت کی نسبت بھی دریافت کیا۔ فقرا نے بتایا کہ ہم لوگ مذہب اسلام کے پابند ہیں۔ اس پر راجہ نے کہا کہ میں نے یہودی اور نصرانی سیاحوں سے سنا ہے کہ عرب ایران اور ترک میں یہ مذہب خوب رواج پایا ہے لیکن مجھے ابھی تک کسی مسلمان سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اگر تم اپنے پیغمبر کے حالات بیان کرو تو زیادہ بہتر ہے۔

ان فقراء میں ایک ذی علم اور صاحب فہم آدمی تھا اُس نے نبی اکرم کے حالات اور معجزات اس طرح بیان کئے کہ راجہ نے متاثر ہو کر فوراً اسلام قبول کر لیا۔ لیکن اپنی قوم سے ہراساں ہو کر اُسے مخفی رکھا اور فقرا کو بھی منع کر دیا کہ اس واقعہ کو کسی پر ظاہر نہ کریں اس کے بعد فقرا سرندیب کو چلے گئے اور کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے واپس ہوے تو راجہ نے اُن کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے سفر کا ارادہ کیا اور اپنے

اعیان و امراء کو جمع کرکے ریاست کے کاروبار اُن کے تفویض کرنے اور خود گوشہ نشینی کا عذر کرکے فقیروں کے ساتھ جہاز پر سوار ہوگیا اور جب یہ لوگ ساحل عرب پر پہنچے تو وہاں راجہ بیمار ہوکر فوت ہوگیا۔ انتقال کرنے سے پہلے اس نے اپنے رفقا کو وصیت کی کہ ملیبار میں جاکر دین اسلام کی اشاعت کریں پس اُن لوگوں سے شرف بن مالک مالک بن دینار اور مالک بن حبیب مسلمانوں کی ایک جماعت کو ہمراہ لے کر عرب سے ملیبار میں وارد ہوئے اور کئی جماعتوں میں تقسیم ہوکر مختلف شہروں میں آباد ہوگئے اور عبادت کے لئے مساجد بھی تعمیر کرلئے۔ سب سے پہلے مالک بن دینار نے کرنگانور میں مسجد تعمیر کی۔ اس کے بعد کولم اور ہیلی مار اوی میں آکر دو مسجدیں بنائیں یہاں سے نکل کر جرفتن۔ درفتن۔ فندرینہ۔ چالیات۔ فاکنور وغیرہ میں آئے اور یہاں ہر شہر میں ایک مسجد تعمیر کرائی۔ غرضکہ ان عربوں نے اس ملک میں آکر اسلامی نوآبادیات کی بنیاد ڈالی۔

مورخین نے اس واقعہ کا عہد وقوع اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے۔ فرشتہ کی رائے میں یہ واقعہ عہد رسالت میں سرزد ہوا ہے۔ ملیبار کے مسلمان بھی یہ ہی اعتقاد رکھتے ہیں لیکن تحفۃ المجاہدین میں لکھا ہے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ اُن کی رائے میں یہ واقعہ دوسری صدی ہجری میں وقوع پذیر ہوا ہے۔

علمائے شرقیات کی تحقیقات کے موافق وہ راجہ جس نے اسلام قبول کیا ہو چیرہ خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور چیرومن پیرومل اس کا نام تھا جس کا مفصل حال ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔

بعض ٹامل روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ویدوں کا مشہور مفسر اور وشنو مذہب کا ہادی شنکر اچاری اسی چیرومن پیرومال کے عہد میں گذرا ہے۔ ڈاکٹر برنل Burnell (۱) کی تحقیق کے مطابق شنکر اچاری کی ولادت سنہ ۶۵۰ھ میں ہوی ہے جو سنہ ۳۰ھ کے مساوی ہے لیکن زمانہ حال میں یہ طے ہوا ہے کہ اس کا سنہ ولادت سنہ ۷۸۸ء

جو ۸۲۷ء سے مطابقت رکھتا ہے۔

اگر ڈاکٹر برنل کی تحقیقات صحیح مان لی جائے تو چیرومن پیرومل جناب رسالت مآب کا معاصر ثابت ہوتا ہے اگر جدید تحقیقات پر وثوق کیا جائے تو اس کا زمانہ دوسری صدی ہجری قرار پاتا ہے۔

امپریل گزیٹر کے ایڈیٹروں کی تحقیق کے موافق چیرومن پیرومال ۲۵ م اگسٹ ۸۲۵ء کو بعزم سفر ساحل ملیبار سے روانہ ہوا۔ ۸۲۷ء/۲۱۲ھ کو ساحل عرب پر پہنچا اور اس کے چار سال بعد ۸۳۱ء/۲۱۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی کے اوائل میں یہ راجہ گذرا ہے اور اس کے رفقاء اسی صدی کے اخیر ایام تک ملیبار میں وارد ہوئے ہیں۔

مالک بن دینار نے ساحل ملیبار پر جو مساجد تعمیر کئے تھے اُن کے مقامات ذیل میں درج ہیں۔

کدن کلور موجودہ زمانہ میں اس کو کرنگاپور کہتے ہیں۔ کوچین کے قریب ملیبار کے جنوبی علاقہ میں ساحل بحر پر واقع ہے نہایت قدیم مقام ہے۔ بطلیموس نے مزرس کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے۔ رومی اور عربی تجار پہلے زمانہ میں اسی شہر میں آیا کرتے تھے

کولم۔ اس کا ذکر رشید الدین، ابوالفدا، اور ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے۔ سرحد ملیبار کا اخیر مقام ہے۔

ہیلی مارا وی۔ ابوالفدا نے اس کو راس ہیلی لکھا ہے۔ رشید الدین نے اس کا ذکر منجرور اور فند رینا کے بیچ میں کیا ہے۔

جرفتن۔ ابن بطوطہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ہیلی سے ۳ فرسخ کی مسافت پر واقع تھا۔ گزیٹر میں لکھا ہے کہ اس سے کنداپور مراد ہے۔

دہ فتن ابن بطوطہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ گزیٹر میں لکھا ہے کہ یہ مقام ٹلی چری

کے قریب آباد تھا۔

فندرینا۔ اس کا ذکر ابو الفدا اور رشید الدین نے کیا ہے ساحل بحر کی بستی ہے موجودہ زمانہ میں اس کو پندرانی کہتے ہیں اور یہ کالی کٹ سے جانب شمال سولہ میل کے فاصلہ پر آباد ہے۔

چالیات ابو الفدا اور رشید الدین نے شالیات کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے ابو الفدا کے زمانہ میں یہاں یہودی قبائل آباد تھے۔ کالی کوٹ کے جنوب میں ساحل بحر پر آباد تھا

فاکنور۔ یاقوت حموی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ ساحل بحر کا شہر ہے موجودہ زمانہ میں اس کو باکنور یا برکور کہتے ہیں۔

منجرور۔ اس کا ذکر یاقوت ابو الفدا اور دوسرے عرب جغرافیہ نویسوں نے بھی کیا ہے ملیبار کا مشہور شہر ہے شمالی حصہ میں ساحل بحر پر آباد ہے موجودہ زمانہ میں اس کو منگلور کہتے ہیں۔

(۵)
ملیبار کی عربی تاریخ

دسویں صدی میں ملیبار کے متعلق ایک کتاب عربی زبان میں تصنیف ہوی ہے جس کا نام ہے تحفۃ المجاہدین فی اخبار پرتگالیین اسمیں اشاعت اسلام کی سرگذشت پرتگالیوں کی آمد اور مسلمانوں کے ساتھ انکی لڑائیوں کا مفصل تذکرہ مرقوم ہے مضامین اسکے چار ابواب پر منقسم ہیں جنکی تفصیل حسب ذیل ہے

باب اول۔ اسمیں جہاد کے احکام مذکور ہیں۔ باب دوم اسمیں مسلمانوں کے آنے اور مذہب اسلام کے رواج پانے کی مفصل تاریخ لکھی ہے۔ باب سوم۔ اسمیں بعض ہندو اقوام کے عادات و رسوم بیان کئے ہیں۔ باب چہارم اسمیں پرتگیزوں کے آنے اور یہاں کے بعض مقامات پر قابض ہوکر اپنی حکومت قایم کرنے کا مفصل تذکرہ مرقوم ہے۔

جرجی زیدان۔ نے اس کے مصنف کا نام زین الدین معبری لکھا ہے ان کے

اجداد معبر کے باشندے تھے علی ابن احمد معبری نے معبر سے نقل مقام کیا اور ملیبار میں آ کر جنوبی علاقہ میں سکونت پذیر ہوے انکے فرزند شیخ زین الدین معبری ۱۲ شعبان ۸۷۲ھ کو کوشن (کوچین) میں پیدا ہوے اور ۵۶ برس کی عمر میں ۱۶ شعبان ۹۲۸ھ کو فونان (پونانی) میں انتقال کیا۔ انکے فرزند عبد العزیز تھے جن سے زین الدین ثانی تولد ہوے یہی بزرگ تحفة المجاہدین کے مصنف ہیں اور انھوں نے اپنی یہ کتاب سلطان علی عادل شاہ اول والی بیجاپور کے نام پر تصنیف کی ہے۔

دادا اور پوتے دونوں صاحب تصنیف و تالیف ہوے ہیں اور انکی متعدد تصنیفات مصر میں چھپکر شایع ہو گئی ہیں۔ زین الدین اول کی تصنیف سے تصوف میں ایک منظوم رسالہ بلاد مصر و شام میں بہت قبول ہوا ہے جو ارجوزہ کے نام سے ۱۲۸۰ھ میں بولاق میں طبع ہوا ہے اس کے علاوہ مرشد الطلاب اور شعب الایمان بھی انکی مشہور تصنیفات ہیں۔

زین الدین ثانی کی تصنیفات سے بلاد اسلام میں متعدد کتابیں مروج و متداول ہیں۔

فتح المعین۔ قرة العین کی شرح ہے اور مصنف نے ۲۴ رمضان ۹۸۲ھ کو اس کتاب کی تصنیف سے فراغت حاصل کی ہے۔ کئی بار یہ کتاب مصر میں چھپی ہے اس کا متن جس کا نام قرة العین ہے فقہ شافعیہ میں ہے اور اسے شیخ عبد اللہ بن بہاء الدین محمد بن علی العجمی الشنشوری خطیب جامع ازہر نے تصنیف کیا ہے۔ ہدیة الاذکیا الی طریقة الاولیا۔ تصوف میں ہے اس پر اکثر علما نے شروح و حواشی لکھے ہیں منجملہ انکے دو بہت مشہور ہیں۔ کفایة الاتقیا و منہاج الاصفیا۔ ابی بکر بن سید محمد شطا الامیاطی کی تصنیف ہے اور ۱۳۰۲ھ میں مصر میں چھپی ہے دوسری کا نام سالم الفضلا ہے اس کو محمد نوری الجاوی نے تصنیف کیا ہے اور ۱۳۰۱ھ میں بہ مقام قاہرہ چھپی ہے۔

تحفة المجاہدین۔ یہ نہایت نایاب و کمیاب کتاب ہے راولنسن Rowlandson نے انگریزی میں اس کا ترجمہ کیا جو ۱۸۳۳ء میں بہ مقام لندن طبع ہوا ہے۔

شیخ عبد القادر عیدروس نے لکھا ہے کہ زین الدین ثانی شیخ شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمی المکی (المتولد ۹۰۹ھ و المتوفی ۹۷۴ھ) کے شاگرد تھے اور شیخ موصوف نے شاگرد کے ساتھ آ کر ملیبار کی سیاحت بھی کی تھی۔

